**AL-AASAR Journal**
Quarterly *Research Journal*
*www. al-aasar.com*

**Vol. 2, No. 1 (2025)**
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

# معاصر اُردو افسانہ: امکانات اور تقاضے

# Contemporary Urdu Fiction: Possibilities and Requirements

**Dr. Munawar Amin:**
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Southern Punjab, Multan
Email: drmunawaramin143@gmail.com

**Munir Abbas**
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Minhaj University Lahore
munirsipra9810@gmail.com

**Bakhtawar Saleem**
M.Phil, Department of Urdu, University of Southern Punjab, Multan
Email: bakhtawarsaleem99@gmail.com

## Abstract:

*In view of the lack of time these days, fiction is a genre that, in the shortest possible time, can entertain man as well as describe the emerging problems on the past and present scene in literary style. Given the importance and necessity of brevity writing in contemporary literature, in this rapidly changing current century, it helps readers complete a text from the beginning line to the last line without leaving it in middle of the dwindling moments. It doesn't allow a sense or feeling of thirst or wastage of time in view of the new requirements of expression and the changing angles of thought and thinking. For the aspect of comprehensiveness in brevity, fiction alone can fulfil the demands of present era and keep the possibility of staying connected with literature in the readers.*

**Key Points:** Fiction, emerging problems, literary Style, contemporary literature, comprehensiveness, Brevity, Present era.

معاصر اُردو افسانہ ایک نئے عہد میں داخل ہو چکا ہے۔ نثر میں نئی سے نئی تکنیکس کی وجہ سے افسانہ نگاری میں بھی جدید رجحانات اور تجربات دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ اُردو افسانے نے اپنے آغاز سے ارتقاء کی روایت تک اپنے آپ کو ہمیشہ اپنے سماجی، ثقافتی، سیاسی اور عالمی ماحول کے مطابق ڈھالاہ۔ ماضی میں اُردو افسانہ رومانوی، حقیقت نگاری اور ترقی پسند جیسی بڑی تحریکوں کا موجب بنا۔ ان تحریکوں سے وابستہ رہتے ہوئے اردو افسانے کے موضوعات ماضی پرستی، رومانوی، سماجی حقیقت پسندی اور طبقاتی ومذہبی عصبیت پسندی کے گرد گھومتے رہے۔ لیکن اب معاصر اردو ادب کے منظر نامے میں تبدیلی آچکی ہے جسکی وجہ سے معاصر اُردو افسانہ بھی نئی کروٹیں لے رہاہے۔ عہد حاضر ترقی کی تیز ترین رفتار کی دوڑ میں شامل ہو چکاہے وہاں معاصر اُردو افسانہ

بھی عالمی سطح پر اپنی پہچان بر قرار رکھنے کے لئے نئے نئے امکانات کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا ہے۔ معاصر اُردو افسانے کے موضوعات میں ماضی کی نسبت آج بہت تنوع آچکا ہے۔ جو اُردو افسانے کو عالمی مسائل سے نبرد آزما ہونے اور معاشرتی تبدیلوں سے ہم آہنگی کا سبق دے رہا ہے۔

کہانی سننا اور سنانا ہمیشہ سے انسان کا مقبول ترین مشغلہ رہا ہے۔ کہانی سے انسان کی دلچسپی فطری ہے۔ اس لئے ہر زمانے اور ہر زبان میں کہانی کی ایک مربوط روایت موجود رہی ہے۔ داستان سے ناول اور ناول سے افسانے تک کا سفر سالوں پر محیط ہے۔ مگر مغربی طرز پر اُردو میں مختصر کہانی (افسانہ) لکھنے کا رواج بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے میں رواج پایا۔ جبکہ مغرب میں افسانہ (Short-Story) کا رواج (۱۸۰۹-۴۹) تک رواج پا چکا تھا اور یہ تحریریں ضرور داستان کی طرح کی تخیل پردازی اور ناول کی طوالت سے گریز کرتی تھیں۔ گویا "قصّہ سے لطف اندوز ہونا ہماری فطرت میں شامل ہے انسان ہمیشہ سے قصّہ میں دلچسپی لیتا آیا ہے اور ہمیشہ لیتا رہے گا۔"(۱) "ایک تاثر کو خواہ وہ کسی کا ہو اپنے اوپر طاری کر کے اس انداز سے بیان کر دینا کہ وہ سننے والے پر بھی وہی اثر کرے یہ افسانہ ہے۔"(۲)

اردو افسانہ کی وہ تمام تعریفیں جو اردو افسانہ کی روایت پر مشتمل کتابوں میں کی گئی ہیں ان سب میں بنیادی بات یہی ہے کہ یہ ایک ایسی صنف ہے جس میں زندگی کا کوئی ایک پہلو یا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور جسے ایک نشست میں پڑھا جا سکتا ہے۔ افسانہ میں پلاٹ اور وحدتِ تاثر کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ افسانہ کسی ایک کردار پر بھی لکھا جا سکتا ہے اور اس کے کردار زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ "اردو کہانی نے داستانوں سے ہوتے ہوئے آج کے ناول اور مختصر افسانہ سے لے کر اُردو افسانچہ تک ایک جان دار اور بھرپور سفر طے کیا ہے۔"(۳)

ان تعریفوں کے برعکس افسانہ کے بارے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ "افسانہ زندگی کے تنوع اور پیچیدگیوں کو ظاہر نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کے لئے ایک طویل بیانیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور افسانے میں کردار کا ارتقاء بھی نہیں دکھایا جاسکتا۔"(۴) "اسی طرح کسی شخص کا یہ کہنا کہ مختصر افسانے میں زندگی کی پیچیدگی کا اظہار ممکن نہیں یا کرداروں کا ارتقاء نہیں دکھایا جاسکتا، اس صنفِ ادب کے امکانات سے ناواقفیت کا مظاہرہ ہے۔ مختصر افسانے نے تو جنم ہی زندگی کی پیچیدہ صورت حال میں لیا ہے، اس لئے ہر طرح کا آشوب پیچاک مختصر افسانے کے خمیر میں شامل ہے جہاں تک کرداروں کے ارتقاء کا مسئلہ ہے تو محض کسی کردار کے چالیس پچاس برسوں کی تفصیلی روداد بیان کرنے سے کرداروں کا ارتقاء دکھائی نہیں دے سکتا، یہ ارتقاء ہیجان، آزمائش، آشوب اور فیصلے کے لمحے میں ہی ہوتا ہے۔"(۵) اُردو افسانہ نگاری کی تاریخ میں پہلا افسانہ نگار کا تعین متنازعہ بھی رہا ہے پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم کو اوّلین افسانہ نگار قرار دینے کے بعد علامہ راشد الخیری کا افسانہ "نصیر اور خدیجہ" (۱۹۰۳ماہنامہ مخزن

لاہور)اُردو کا پہلا افسانہ قرار پایا۔ اس ساری بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ابتداء کسی نے بھی کی ہو افسانہ نگاری کی، یہ طے ہے کہ ابتداء میں پریم چند اور سجاد حیدر نے ہی فنِ افسانہ کو پروان چڑھانے اور مقبولیت سے ہمکنار کیا اور ان دونوں کی بدولت اُردو افسانے میں رومانیت اور حقیقت نگاری کے دبستان نے وجود پایا۔ اُردو افسانہ میں حقیقت نگاری سے مکمل وابستگی کا زمانہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب ترقی پسند تحریک کا ۱۹۳۶ء میں آغاز ہوتا ہے۔ مقصدیت ترقی پسند تحریک کا ماٹو تھا۔ طبقاتی تضادات، جبر واستحصال اور سماجی مسائل میں گھرے ہوئے افراد کی نفسیات کو من وعن پیش کیا گیا۔ ''اپنے دور کے سیاسی اور سماجی مسائل کے علاوہ حقیقت نگاری کے جس خاص جزو پر ہمارے ادیبوں نے توجہ دی، وہ جنسی حقیقت نگاری تھی۔''(۶) جنس نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر رشید جہاں، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، محمد حسن عسکری اور ممتاز مفتی کے نام قابل ذکر ہیں۔ منٹو اگرچہ پوری زندگی پر محیط افسانہ نگار ہے۔ لیکن اس کے ہاں جنس کا موضوع سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ منٹو کے افسانوں میں طوائف کو مرکزی حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے جنس کا تذکرہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جنس نگاری کی وجہ سے عصمت چغتائی کے افسانے ''لحاف'' کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ افسانہ مسلم معاشرے کی ایسی خواتین کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا تھا جو چار دیواری میں مقیم رہتے ہوئے جنسی محرومی کا شکار رہتی ہیں۔ دیگر افسانہ نگاروں کی فہرست خاصی طویل ہے جنھوں نے جنس نگاری کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ مگر انہوں نے اس کے ذریعے زندگی کے بڑے حقائق کو پیش نہیں کیا، محض جسماتی تقاضے کی اہمیت کو پیش نظر رکھا ہے۔

حقیقت نگاری کا جو سلسلہ بیسویں صدی کے آغاز میں پریم چند کے افسانوں سے شروع ہوا تھا وہ قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک کے آغاز نے اس رویّے اور طریقہ کار کو اور زیادہ مقبول بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ترقی پسند تحریک نے چونکہ سماجی حقائق کو زیادہ اہمیت دی اور سماج کے بہت سے مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ سماجی شعور کے اظہار کے لئے حقیقت نگاری سے بہتر اور کوئی رویّہ نہ تھا۔ اس لئے حقیقت نگاری کے عہد کو اردو افسانے کا زرّیں عہد کہا جاتا ہے۔ اس عہد میں جہاں لاتعداد افسانہ نگار سامنے آئے وہاں بہت سے شاہکار افسانے تخلیق ہوئے۔

قبل ازیں افسانے کے موضوعات زیادہ تر سماجی زندگی کی خرابیوں اور ان کی اصلاح سے متعلق تھے۔ پریم چند اور یلدرم کے عہد میں مرد اور عورت کی رومانی اور ازدواجی زندگی، جہالت، فرسودہ روایات واقدار، عورت کے سماجی وخاندانی مسائل، ملازمت پیشہ لوگوں کی محرومیاں اور نیکی، وفا اور مہر ومحبت کی تلاش جیسے موضوعات نمایاں ہوئے۔ ''ترقی پسند عہد میں ان کے ساتھ سماجی ومعاشی ناانصافیاں سیاسی کشمکش، استحصال زدہ طبقوں کی مظلومیت وبے بسی، جنسی مسائل اور نفسیاتی الجھنوں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کے حوالے شامل ہوئے اور تقسیم ہند کے بعد ہجرت فسادات معاشرتی واخلاقی برائیاں اور انسان دوستی جیسے موضوعات افسانے کا حصّہ بنے۔"(۷)

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا واقعہ رونما ہونا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان کا ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے طور پر ظاہر ہونا کوئی معمولی سانحہ نہیں تھا۔ سانحہ اس لئے کیونکہ یہ آزادی پر امن طریقے سے حاصل نہ ہوئی تھی۔ فسادات کی صورت میں لوٹ مار، قتل وغارت گری اور عصمت دری کے ناقابل بیاں واقعات رونما ہوئے اور لاکھوں انسانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کے عمل سے گزرنا پڑا۔ قیام پاکستان کی صورت میں یہ دنیا کی پہلی بڑی ہجرت تھی۔ اور تقسیم کے نام پر زمین کے ٹکڑے کے بجائے انسانوں کو تقسیم کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد اکثر مسلمان افسانہ نگاروں نے پاکستان کو اپنا مسکن بنایا۔ ان میں احمد علی، محمد حسن عسکری، منٹو، ندیم، غلام عباس، ممتاز مفتی، ممتاز شریں، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور اور قرۃ العین حیدر شامل تھیں۔ بعض نے بہت کم لکھا۔ بعض نے تو شاید فسادات کا اتنا اثر لیا کہ ایک عرصہ تک لکھنے سے قاصر رہے۔ جبکہ کچھ لوگ ہندوستان واپس لوٹ گئے۔ فسادات کے موضوع پر لکھے گئے افسانوں میں "ٹوبہ ٹیک سنگھ" اور "کھول دو" کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ احمد ندیم قاسمی کا "پرمیشر سنگھ"، قدرت اللہ شہاب کا "یا خدا"، خدیجہ مستور کا "ٹامک ٹویے"، انتظار حسین کا "بن لکھی رزمیہ"، ممتاز مفتی کا "ثمینہ" اور اشفاق احمد کا "گڈریا" شامل ہیں۔

فسادات کے بعد اردو افسانے کا ایک اہم موضوع ہجرت بھی رہا۔ ہجرت کی اکھاڑ پچھاڑ، منافقتوں، جعلسازیوں، جائیداد کی بندر بانٹ، ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ہونے والی دو جنگوں اور پاکستان کا دو حصوں میں تقسیم ہونا جیسے موضوعات گردش میں رہے۔ اور سارے افسانہ نگار اپنی موضوعات کی مالا اپنے اپنے افسانوں میں جپتے رہے۔ اردو افسانے کی روایت میں کافی عرصہ تک موضوعات کے تنوع کے باوجود ہیّت یا تکنیک میں کوئی واضح تبدیلی نہ آئی۔ لیکن ۶۰ء کی دہائی معاشرت اور سیاسی تناظر کی تبدیلی کے باعث اپنے جلو میں چند نئے رجحانات لے کر آئی۔ جس نے اُردو ادب کے ساتھ ساتھ اردو افسانے کو بھی ایک نئے ذائقے سے روشناس کرایا۔ سگمنڈ فرائیڈ اور یونگ کے نظریات میں انسانی لاشعور اور اجتماعی لاشعور جیسے نظریات کا ادبی تخلیقات میں علامتوں کی صورت میں در آنا ایک بڑی دریافت تھی۔ نفسیات کے علاوہ فلسفہ وجودیت نے بھی ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ فلسفہ انسان کو اس کائنات میں اکیلا اور تنہا دیکھتا ہے۔ نئے علوم اور نظریات کے علاوہ اقدار کی شکست وریخت، بدلتے ہوئے صنعتی حالات اور سامراجی طاقتوں کے باہم تصادم سے۔ جس نے جدید افسانہ نگاروں کے ہاں بے چہرہ کرداروں اور پرچھائیوں کی پیشکش، عصری زندگی کے انہی المیوں کی بازگشت ہے۔(۸)

۷۰ء کی دہائی میں علامتی تجریدی افسانے میں قومی شناخت، سیاسی جبریت اور معاشرتی گھٹن جیسے موضوعات کو فوقیت حاصل ہوئی۔ اور دیگر موضوعات میں روحانی، سماجی اور تہذیبی مسائل پر بھی افسانے لکھے گئے۔ موضوعات کے ساتھ اسالیب میں تنوع بھی اس عہد کی پہچان رہا۔ تکنیک میں بھی کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اسلوب سازی کے لئے تشبیہ، استعارہ، علامت، تجرید، تمثیل اور خود کلامی جیسے عناصر سے کام لیا گیا، پہلے سے لکھنے والوں کے ساتھ جو نئے اور اس عہد کے نامور افسانہ نگار شمار ہوئے ان میں انتظار حسین، انور سجاد، خالدہ حسین، رشید امجد، منشا یاد، اعجاز راہی، مظہر الاسلام، احمد جاوید، مرزا حامد بیگ، اسد محمد خان، رخسانہ صولت، علی حیدر ملک، اے خیام، زاہدہ حنا، علی تنہا، رشید امجد اور مستنصر حسین تارڑ وغیرہ شامل ہیں۔

ان افسانہ نگاروں کے افسانوں نے جلد اور بہت جلد مقبولیت حاصل کر لی۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن اتفاق سے ایک وقت میں ایک ہی شہر راولپنڈی اسلام آباد میں افسانہ نگاروں کا جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نقادوں نے اسے ''شہر افسانہ'' کہا اور بعض نے ''دبستان راولپنڈی'' اور ''راولپنڈی گروپ'' کا نام دیا۔ لیکن ان تمام افسانہ نگاروں کے اسلوب، موضوعات اور نقطہ نظر میں اختلاف کی وجہ سے یہ ساری اصطلاحات بے معنی ثابت ہوئیں۔

> ''یہ ایک ادبی اتفاق ہے کہ اس وقت راولپنڈی میں رشید امجد، منشا یاد، مرزا حامد بیگ، مظہر الاسلام، احمد داؤد اور احمد جاوید کی صورت میں نئے افسانے کے داعی موجود ہیں۔ تنقیدی مقالات میں بالعموم ان سب کو پنڈی گروپ کہہ کر بھگتا دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا انفرادی مطالعہ ہونا چاہیے۔ ایک شہر میں رہائش اضافی ہے۔''(۹)

ابہام اور عدم ابلاغ کے علاوہ اس دور کے افسانے میں کہانی بھی مقصود ہو گئی تھی۔ جدید افسانہ نگاروں کا روایت سے انحراف کرنا افسانے کے اندر موجود کہانی کو اس قدر متاثر کر گیا کہ کہانی سرے سے افسانے میں موجود ہی نہ تھی۔ جسکی وجہ سے افسانے کو سمجھنا مشکل ہو گیا۔

> ''ابلاغ جدید افسانے کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور جدید افسانے کی تفہیم و تحسین میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی۔ جدید افسانے کے عدم ابلاغ کے بہت سے اسباب ہیں۔ بعض ناقدین کے خیال میں

جدید افسانے کے عدم ابلاغ کی ایک وجہ علامتی اور تجریدی اظہار ہے اور دوسری وجہ افسانے کے فارم میں توڑ پھوڑ اور روایت شکنی۔"(۱۰)

اردو افسانے کی کہانی کی اس روایت کا ذکر اضافی اور گذشتہ تحریکوں اور رجحانات ورویوں کو صرف دہرانا تھا جس کا مقصد افسانے کے ماضی سے آگاہی کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ لیکن عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی موجودہ ترقی کے نتیجے میں معاصر اردو ادب میں افسانے کے امکانات اور تقاضوں کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جہاں ادب کی تمام اصناف معاصرِ عہد کے تقاضوں سے خود کو پوری طرح ہم آہنگ کرنے اور موجودہ سائنسی منظر نامے کے تناظر میں اپنی اپنی اہمیت کو منوانے کے لئے جن عملی دشواریوں کا سامنا کر رہی ہیں افسانہ بھی انہی دشواریوں سے نبرد آزما ہے۔ کسی بھی معاشرے میں زبان اور ادب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ زبان اور ادب کی آبیاری کے لئے جہاں حکومتی سطح پر اہتمام کئے جاتے ہیں وہاں عصرِ حاضر کا ادیب بھی اپنی اس ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے ان تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تخلیق میں ان تمام معاصر موضوعات، جن میں سماج، سائنس، فلسفہ اور جدید ٹیکنالوجی پیش پیش ہیں کو برتنے اور موثر نتائج کا ادراک رکھتا ہے۔

بلاشبہ افسانے میں وقت کے ساتھ کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جنہوں نے اس کے موضوعات، تکنیک، اسلوب اور ساخت کو متاثر کیا۔ ابتدا میں افسانے کا موضوع زیادہ تر رومانی یا اصلاحی نوعیت کا ہوتا تھا، مگر وقت کے ساتھ اس میں معاشرتی، نفسیاتی، وجودیاتی، سائنسی اور فلسفیانہ موضوعات شامل ہو گئے۔ بیانیہ پہلے سادہ اور روایتی تھا، مگر جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے اثرات نے اسے زیادہ تجریدی، علامتی اور تجرباتی بنا دیا۔ کہانی سنانے کے روایتی انداز کی بجائے فلیش بیک، داخلی خود کلامی، شعور کی رو، اور غیر خطی بیانیہ جیسے تجربات سامنے آئے۔ حقیقت پسندی سے علامت نگاری، سرئیلزم، سائنسی فکشن، اور سوشیو-پولیٹیکل فکشن تک مختلف رجحانات دیکھنے میں آئے۔

آج کا افسانہ نگار اس بات کا ادراک رکھتا ہے کہ آج کا افسانہ ماضی کی روایت کا پاس رکھتے ہوئے اپنے آج کے فن پارے میں وہ بصیرت پیدا کر سکتا ہے جو زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور چیلنجز سے نبرد آزما ہونے میں اس کی ہر ممکن معاونت کر سکتا ہے۔ اردو افسانہ اکیسویں صدی کے اس تناظر میں لکھے جانے والے تمام ادب میں یہ انفرادیت رکھتا ہے اور یہ وسعت اور ہمہ گیری صرف اردو افسانے کے ساتھ مخصوص ہے کہ موجودہ عہد کے ہر طرح کے مسائل اور وسائل کا احاطہ کر کے نہ صرف ادب کی دوسری اصناف کے لئے قابل فخر ہے بلکہ بہترین تاریخ نویسی بھی اردو افسانے کا ایک خاص وصف رہا

ہے۔ اصناف ادب میں جدت کے تناظر میں اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے ساتھ ساتھ افسانے میں یہ اہلیت ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس ہزارے میں اردو ادب کے فروغ میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ افسانے کے اظہار کے ذرائع میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ پرنٹ کے ساتھ ساتھ آن لائن بلاگز، ڈیجیٹل میگزین اور آڈیو بکس کے ذریعے بھی افسانے پیش کیے جا رہے ہیں۔ نئے دور میں افسانے کو درپیش چیلنجز میں وقت کی قلت، قارئین کی بدلتی ہوئی عادات، اور مختصر بیانیے کی بڑھتی ہوئی مقبولیت شامل ہیں۔ معاصر دنیا کے مسائل جیسے ماحولیاتی بحران، مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل دنیا، سائبر کرائم، جنگیں، شناختی بحران، ذہنی صحت، اور سیاسی تغیرات پر افسانے لکھنے کی ضرورت ہے۔ نئی نسل زیادہ تیز اور بصری طرزِ بیان پسند کرتی ہے، اس لیے زبان میں بے جا ثقالت سے گریز اور سادہ مگر موثر بیانیہ اپنانا ضروری ہے۔

دورِ حاضر میں انسان کے لمحوں کی عدم دستیابی کے پیشِ نظر افسانہ ہی ایک ایسی صنف ہے جو کم سے کم وقت میں انسان کی تفریحِ طبع کے ساتھ ساتھ گذشتہ اور عہدِ حاضر کے منظر نامے پر ابھرتے ہوئے مسائل کا بیان ادبی پیرائے میں کر سکتا ہے۔ تیزی سے بدلتی ہوئی موجودہ صدی، معاصر ادب میں اختصار نویسی کی اہمیت و ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور قارئین کے لئے کم پڑتے فرصت کے لمحوں میں کسی تحریر کو شروع لائن سے بیچ میں چھوڑے بغیر آخری سطر تک مکمل کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ اظہارِ بیان کے نئے تقاضوں اور فکر و نظر کے بدلتے زاویوں کا خیال رکھنے کے ساتھ وقت کے ضیاع اور تشنگی کا احساس نہیں ہونے دیتا۔ اختصار میں جامعیت کا پہلو لئے افسانہ ہی عہدِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے اور قارئین کے اندر ادب سے جڑے رہنے کے امکانات کو روشن رکھ سکتا ہے۔ آنے والی نسل کی اخلاقی، مذہبی اور قدری تربیت جہاں کہانی کے ذریعے زیادہ آسان اور سہل ہوتی ہے وہاں اصلاح لینے والے کے لئے دلچسپی کا باعث بھی ہوتی ہے۔

اردو افسانے نے اپنے ابتدائی دور کے افسانوں کی طرح ان کو طوالت، کرداری نگاری اور کہانی پن کے تمام شکنجوں سے آزاد کرا لیا ہے اور اب اردو افسانہ میں نئی جہت آ رہی ہے۔ جو صرف ہیت میں نہیں اپنے نام (افسانچہ، فلیش فکش، مختصر کہانی، مائیکرو فکش، شارٹ سٹوری، منی کہانی، پوپ سٹوری، سڈن فکش، منی افسانہ، نینو فکش، مختصر کہانی اور سو لفظی کہانی وغیرہ) میں بھی بدلتا جا رہا ہے۔ مختصر کہانی کے لیے یہ درج بالا نام ادب کی دنیا میں مروّج ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کا انسان اتنا مصروف ہے کہ اس کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ زیادہ طویل کہانی اپنے تفنّنِ طبع کے لیے پڑھے یا اس طویل تحریر کو پڑھ کر کوئی اصلاح یا نصیحت حاصل کرے یا اور کچھ نہیں تو وہ ادب کا مطالعہ کر کے تاریخ

سے آگاہی حاصل کر سکے۔ وقت کی کمی کے باعث آج کا قاری اپنی ہتھیلی پر دھرے موبائل فون کی سکرین پر نظر آنے والی تحریر کو پڑھ اور برداشت کر سکتا ہے مگر اسی سکرین کا اگلا صفحہ پڑھنے کا متحمل نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہانی قاری پر وارد ہونے کے لئے اپنے پاس صرف اور صرف ایک ہی طریقہ رکھتی ہے کہ وہ خود اتنی مختصر ہو جائے کہ اسے پڑھنے والا اسے پورا پورا پڑھے کہیں درمیان میں نہ چھوڑے۔ وقت کی اس قلت کا بہترین مصرف ادبی اصناف میں افسانچہ، فلیش فکشن ہی ہے۔ شعری اصناف میں ایک شعر، ہائیکو، قطعہ اور رباعی بھی بہترین ہو سکتی ہیں۔ لیکن جہاں ہم کہانی کی بات کر رہے ہیں اور ہمارے قارئین میں اکثر ایسے لوگ موجود ہیں جو اچھا شعری ذوق نہیں رکھتے وہ صرف سادہ اور مختصر بات کو پسند کرتے ہیں تو ایسی صورت میں معاصر ادب میں افسانہ ہی ان تمام وقتی تقاضوں اور امکانات کو پورا کرنے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اردو افسانے کے فروغ کے لئے ادیبوں کو اس رجحان کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہیے تاکہ کہانی اور قاری کا وہ تعلق برقرار رہ سکے جو اسے ہر صورت ادب سے جوڑے رکھے۔

اُردو ادب کی ان نثری اصناف میں داستان، ناول اور خاص طور پر افسانہ ایک عظیم تاریخی سماجی اور ثقافتی و ادبی روایت کا حامل رہا ہے۔ افسانہ اپنے آغاز سے عروج اور عصرِ حاضر تک ہر دور میں سماجی اور فکری تبدیلیوں کے زیرِ اثر اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ عصری تقاضوں کے پیش نظر جہاں آج کے قاری کے پاس فرصت کے لمحات محدود ہیں اختصار نویسی کی پسندیدگی اور اہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔ اور اسی صورتِ حال کے پیش نظر اردو افسانہ مقبولیت کی معراج پر ہے۔ سوشل میڈیا بھی اردو ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ڈیجیٹل دور کے یہ تمام ذرائع قاری اور مصنف کے درمیان کتاب کو بذریعہ ملاقات کے بجائے براہ راست کر دیا ہے۔ قاری اور مصنف کے براہ راست ہونے کی وجہ سے خیالات کی ترسیل کے ساتھ ساتھ تبادلہ خیال کا رجحان بھی بڑی تیزی سے پروان چڑھا ہے۔ مصنوعی ذہانت (AI) کے باوجود آج کا قاری مصنف کی تحریروں میں موجود حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس لئے وہ مصنوعی ذہانت پر اعتماد کرنے کے بجائے حقیقی اور سچے خیالات اور سچی کہانیوں کی طرح لپکتا ہے جو اسے طبعی کہانی یا تراجم کی صورت میں میسّر ہے۔ آج کی کہانی یا افسانہ ایک سماج یا معاشرے کی نمائندگی نہیں کر رہا بلکہ وہ اپنے کرافت اور فکر میں بین الاقوامی موضوعات کی اور سماج و کرداروں کی نمائندگی کر رہا ہے۔ فکری و موضوعاتی اعتبار سے معاصر اردو افسانہ ایک نئے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ بین الاقوامی ادب میں افسانہ تقریباً ہر زبان اور ہر سماج کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اس ضمن میں قیصر نذیر خاور لکھتے ہیں:

> ”عالمی ادب پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو افسانچہ تقریباً ہر زبان میں لکھا جارہا ہے۔ اس حوالے سے جو اہم ادیب سامنے آتے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

> ہیں ان میں روسی انتون چیخوف، امریکی اور ہنری، پولش بولیسوواس پروس، جرمن فرانز کا فکا، امریکی ایچ پو لو وکرافٹ، ارنسٹ ہمینگوے، جاپانی یا سوناری کا واباتا، ہسپانوی زبان میں لکھنے والے ارجنٹائن کے جولیو کو رتا زار، برطانوی آرتھر سی کلارک، امریکی رے بریڈبری، کرٹ وونیگٹ، فریڈرک براؤن، جان کیچ، فلپ کے ڈک، رابرٹ شیکلے، رابرٹ اولن بٹلر، لڈ ڈیوس، برطانوی ڈیوڈ جیفنے اور رابرٹ سکوٹیلر وشامل ہیں۔"(۱۱)

اردو اور مشرقی زبانوں کی طرف آئیں تو اردو میں سعادت حسن منٹو نے "سیاہ حاشیے" اکتوبر ۱۹۴۸ء میں اردو افسانے کے آغاز سے تقریباً نصف صدی بعد لکھ کر یہ ثابت کر دیا بطور افسانہ نگار کے وہ جنس نگاری میں انفرادیت کا حامل ہے۔ اتنی ہی انفرادیت کا حامل وہ افسانے کی اس صنف کا موجدِ اول کے طور پر بھی رہتی دنیا تک رہے گا۔ ڈی ایچ شاہ کی مختصر کہانیوں پر مشتمل کتاب "حرفوں کے ناسور" کے پیش لفظ میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "مختصر ترین افسانوں کا رواج اب عام ہو گیا ہے لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس کی کامیاب بنیاد اُردو کے نامور افسانہ نگار سعادت حسن منٹو نے ڈالی تھی۔ ان کا ایک پورا مجموعہ حد درجہ مختصر کہانیوں پر مشتمل ہے۔"(۱۲)

منٹو کی "سیاہ حاشیے" کے بعد جوگندر پال کے مجموعے "میں کیوں سوچوں"، "سلوٹیں"، "کتھا نگر" اور "پرندے" میں کامیاب منی افسانوں کی مثالیں ملتی ہیں۔ منٹو کے معاصرین میں سے "کرشن چندر" اور "راجندر سنگھ بیدی" نے بھی مختصر افسانہ لکھنے کا تجربہ کیا۔ مختصر کہانی لکھنے کی اس روایت میں چند نام اور بھی شامل ہیں جن میں مظفر حنفی، ڈی۔ ایچ شاہ، ڈاکٹر عظیم راہی، شیخ رحمن آکولوی، عارف خورشید، طالب زیدی، اقبال بلگرامی محمد بشیر مالیر کوٹلوی، رتن سنگھ، ڈاکٹر مناظر عاشق ہر گانوی، ڈاکٹر اسلم جمشید پوری، ساحر کلیم اور اظہر فاصل ایسے افسانہ نگار تھے جنھوں نے مختصر کہانیوں کے انفرادی مجموعے تخلیق کئے۔ اس کے علاوہ چند نام ایسے بھی ہیں جنھوں نے مشترکہ مجموعوں کی صورت میں مختصر کہانیوں کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے ساتھ ساتھ ۱۹۸۰ء سے عصرِ حاضر تک مسلسل چار دہائیوں سے مختصر کہانی کو فروغ دینے والے افسانہ نگار "رحیم انور" جن کی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مختصر کہانیوں پر مشتمل دس کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں، قابلِ ذکر مختصر افسانہ نگار شمار ہوتے ہیں۔ عباس خان بھی اس روایت میں تین مختصر کہانیوں کے مجموعوں کے اضافے کے ساتھ قابلِ ذکر افسانہ نگار شمار ہوتے ہیں۔ اور ایسے افسانہ نگاروں کی فہرست نہایت طویل ہے جنھوں نے اپنے افسانوی مجموعوں کے ساتھ ملا کر مختصر کہانیاں شائع کروائی ہیں۔ اور ان تمام افسانہ نگاروں کی نمائندگی کرتے ہوئے (جنھوں نے اپنے افسانوں کے ساتھ مختصر کہانی، افسانچہ یا فلیش فکشن شائع کروائے ہیں) منشا یاد اپنی کتاب کے ابتدائیے میں مختصر کہانیوں اور ان کی روایت کے بارے لکھتے ہیں:

> "مٹھی بھر جگنو کے افسانچوں کی صورت میں آپ کو ایک نئی چیز نظر آئے گی۔ نئی یہ میرے ہاں ہے ورنہ منٹو، جوگندر پال، رضیہ فصیح اور بعض دوسرے افسانہ نگاروں کے ہاں اس کی پختہ روایت پہلے سے موجود ہے۔۔۔ ان افسانچوں کا اُسلوب، ذائقہ اور تاثیر قریباً افسانے ہی کی ہے لیکن چھوٹی نسل کے انسانوں کی طرح ان میں اتنا ہی قد نکالنے کا پوٹنشیل (Potential) تھا، لیکن ایک پہلو سے یہ اپنی اصل تفہیم یا خیال کے زیادہ قریب اور ملاوٹ سے پاک بھی ہیں اور ان کا قد بڑا کرنے کے لئے کوئی مصنوعی طریقہ استعمال نہیں کیا گیا۔"(۱۳)

۲۰۱۰ء میں منشا یاد نے جب اپنا آخری افسانوی مجموعہ "ایک کنکر ٹھہرے پانی میں" شائع کروایا تو اس مجموعے کے دیباچہ کے عنوان سے لکھی تحریر میں لکھتے ہیں:

> "مٹھی بھر جگنو"(افسانچے) اس مجموعہ میں بھی شامل ہیں پچھلے مجموعہ میں شامل افسانچوں کو قارئین کی ایک بڑی تعداد نے پسند کیا بلکہ یہ اپنی ریڈابیلٹی اور اختصار کی خوبیوں کے سبب افسانوں سے بھی پہلے پڑھے گئے۔"(۱۴)

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فلیش فکشن کے اس مقامی منظر نامے کے بعد عالمی منظر نامے پر نظر ڈالیں تو کچھ مشرقی زبانوں کے پرانے لکھنے والوں میں فلیش فکشن کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ فارسی ادب کے شیخ سعدی کی ''گلستان'' کو کسی طور پر فلیش فکشن سے باہر نہیں کیاجاسکتا۔اسی طرح عربی زبان میں لبنانی نثراد امریکی خلیل جبران، مصری نجیب محفوظ تامر زکریااور لیلیٰ العثمان بھی خاصے اہم ہیں۔

مشرقی زبانوں کے علاوہ غیر ملکی زبانوں کو اردو تراجم کے ذریعے اردو ادب میں شامل کرنے کی روایت بھی مستحکم ہو چکی ہے۔ منصوعی ذہانت کے تحت تخلیق کی گئی تحریروں میں نئی اور تجزیاتی تکنیکس کی مدد سے ایک نئی روایت پروان چڑھ رہی ہے۔ اوران تحریروں کو پسند کرنے والوں کی تعداد فاسٹ فوڈز کو پسند کرنے والوں کی جتنی ہی ہے۔ جس طرح آج کی نئی نسل پرانے ذائقے اور روایتی کھانوں کی پسند نہیں کرتی اور ان کا زیادہ رجحان فاسٹ فوڈز کی طرف ہے ایسے ہی آج کا ڈیجیٹل قاری بھی تحریروں کے اس روایتی ذائقے کو ناپسند کرتا ہے اور نئے ذائقوں کی تلاش میں تحریروں میں پیش کئے گئے نئے تجربوں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر اردو ادب بین الثقافتی ہم آہنگی کے فروغ میں سب سے نمایاں اور فعال کردار ادا کر رہاہے۔ اردو ادب کی وجہ سے جہاں ہماری پرانی تاریخ محفوظ و مضبوط ہے وہاں اسی کے سہارے ہماری بین الاقوامی ہم آہنگی پوری طرح عیاں اور ظاہر ہے۔ مختلف ثقافتوں کو قائم اور بر قرار رکھنے میں معاصر اردو ادب کا کردار کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ معاصر اردو ادب میں نوجوان لکھاریوں کی تخلیقات نے جدت پسندی کے ساتھ ساتھ ایک مثبت اور انقلابی سوچ کو پروان چڑھانے میں کامیاب کردار ادار کر رہاہے اور کرتا رہے گا۔

معاصر افسانے میں عالمی ادب کے رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے مقامی مسائل کو گلوبل تناظر میں پیش کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ ٹیکنالوجی کی بدولت لوگ زیادہ طویل متن سے کتراتے ہیں، اس لیے مائیکرو فکشن، فلیش فکشن اور تجرباتی افسانے زیادہ مقبول ہو سکتے ہیں۔ معاصر افسانے میں وہ آوازیں شامل ہونی چاہئیں جو ماضی میں نظر انداز کی جاتی رہیں، جیسے خواتین، خواجہ سرا، نسلی اقلیتیں اور مظلوم طبقات کی کہانیاں۔ افسانے میں مضمون، شاعری، یادداشت، اور ڈاکیو منٹری طرز کے عناصر شامل ہو سکتے ہیں، تاکہ ایک نئی اور دل چسپ صنف جنم لے سکے۔ یہ تمام رجحانات ظاہر کرتے ہیں کہ معاصر افسانے کے امکانات بے حد وسیع ہیں، مگر اسے اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے جدید دور کے تقاضوں کو سمجھنا ہو گا۔ نئی تکنیکوں، موضوعات، اور ڈیجیٹل اظہار کے امکانات کو اپناتے ہوئے افسانہ آج بھی ایک طاقتور اور مؤثر صنف بن سکتا ہے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ معاصر اردو ادب کے تحت تخلیق کی جانے والی تخلیقات اردو ادب کو نئی جہات عطا کر رہی ہیں۔ اور روایتی سوچ اور روایتی ادب کے ساتھ جدید خیالات اور جدید رجحانات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہیں۔ معاصر اردو افسانے کی مقبولیت کی ایک اہم وجہ ہمارے نزدیک اس کی بین الاقوامی سطح پر پذیرائی بھی ہے۔ اردو ادب کے فروغ میں جہاں ادبی وعالمی میلے، کانفرنسیں اور سیمینار اہم کردار ادا کر رہے ہیں وہاں اردو ادب کے فروغ میں فلموں اور ڈراموں کی افادیت سے انکار کرنا بھی ناممکن ہے۔ ایسی کئی کامیاب ڈراموں اور فلموں کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو اردو ادب کو بین الاقوامی سطح پر روشناس کرانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ معاصر اردو افسانہ اپنے تمام تر امکانات اور تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی پیش کرنے میں عالمی ومقامی سطح پر ہمیشہ پیش پیش رہا ہے ہمارے خیال میں معاصر اردو افسانے کا اولین تقاضا یہ ہے کہ وہ ہمارے موجودہ دور کے اہم مسائل (طبقاتی تقسیم وفرق، عالمگیریت کے اثرات، ماحولیاتی تبدیلی، مساوات اور مصنوعی ذہانت) کا ادراک رکھتا ہے۔ ان تمام مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی ہے۔ اوران تمام مسائل کو بڑی بڑی طویل اور ناصحانہ گفتگو اور طویل مکالموں کے بجائے جامع اور مختصر تحریر میں سمونا ایک انتہائی کارنامہ ہے جو معاصر اردو افسانے میں در آنے والے نئے رجحانات اور تکنیکوں کی مدد سے ممکن ہو چکا ہے۔

معاصر اردو افسانے کے امکانات کو روشن کرنے کے لئے سب سے بڑا چیلنج نوجوان نسل کو اپنی طرف راغب کرنا ہے۔ اس لئے ہمارے معاصر اردو ادب میں اور خصوصاً معاصر اردو افسانے میں ایسے موضوعات شامل کئے جانے چاہیں جو نئی نسل کے تجربات اور زندگی کے مسائل سے جڑے ہوئے ہوں۔ معاصر اردو افسانے کے ساتھ ساتھ معاصر اردو ادب کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ اردو ادب کے عالمی ادب کے ساتھ جوڑے رکھے۔ تراجم کے ذریعے دنیا کے بہترین ادب کو اردو میں پیش کرنا اور اردو ادب کو دیگر بین الاقوامی اور مقامی زبانوں میں منتقل کرنا ادب کے دائرہ کار کو وسیع کر سکتا ہے۔ معاصر اردو ادب کے تقاضے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ادب ایک زندہ روایت ہے جو ہر دور اور ہر طرح کے حالات میں خود کو نئے حالات کے مطابق ڈھالتی ہے۔ اس لئے موجودہ دور کے ادیبوں اور شاعروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قلم کے ذریعے عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کریں اور اردو ادب کو نئی بلندی تک لے جانے کے امکانات کو مزید روشن کریں۔

## حوالہ جات

۱۔ محمد احسن فاروقی، ناول کیا ہے؟ دانش محل امین الدولہ لکھنؤ ۲۰۱۴ء، ص ۱۷

۲۔ اردو افسانے میں روایت اور تجربے، (مذاکرہ) نقوش افسانہ نمبر ۱۹۵۵ء شمار ۵۴۰،۵۳۰، ص ۱۰۲۸

۳۔ ارشد خالد، مدیر رسالہ، مشمولہ "عکاس انٹر نیشنل"، افسانچے کا سفر، اسلام آباد، مکتبہ عکاس پبلی کیشنز، کتاب نمبر ۱۸، جولائی ۲۰۱۳ء، ص ۲۵

۴۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، "اردو افسانے کا ارتقاء" غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۱۱، ۱۲

۵۔ ڈاکٹر انوار احمد، "اردو افسانہ ایک صدی کا قصّہ" مثال پبلشرز فیصل آباد ۲۰۱۰ء، ص ۱۹

۶۔ ممتاز شریں، اردو افسانے پر مغربی افسانے کا اثر"، مشمولہ، "اردو افسانہ" ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۸۱ء، ص ۹۸

۷۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، "اردو افسانہ"، پورب اکادمی اسلام آباد ۲۰۰۸ء ص ۵۱

۸۔ شہزاد منظر، "علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ"، منظر پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء ص ۵۲

۹۔ ڈاکٹر سلیم اختر، "پاکستانی اردو افسانہ شناخت کا عمل"، مشمولہ ادبیات اسلام آباد

۱۰۔ شہزاد منظر، "اردو افسانے کے پچاس سال"، پاکستانی سٹڈی سنٹر جامعہ کراچی ۱۹۹۷ء

۱۱۔ قیصر نذیر خاور، "عالمی ادب اور افسانچہ"، لاہور مکتبہ فکر و دانش جون ۲۰۱۸ء، ص ۲۵، ۲۴

۱۲۔ ڈی ایچ شاہ، "حرفوں کے ناسور"، پیش لفظ، کراچی ۱۹۸۰ء، ص ۹

۱۳۔ منشا یاد، پیش لفظ، "خواب سرائے"، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۰۵ء ص ۷، ۸

۱۴۔ منشا دیاد، دیباچہ، "اک کنکر ٹھہرے پانی میں"، دوست پبلی کیشنز اسلام آباد ۲۰۱۰ء، ص ۸